ارشاد الطالبین

(شیخ جلا الدین تھانیسری)

☆ ڈاکٹر ظفر الاسلام
شعبۂ اسلامیات، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

عہد وسطیٰ کے صوفیاء کی یہ روایت رہی ہے کہ وہ تصوف سے دلچسپی لینے والے لوگوں کے لئے بالعموم اور اپنے شاگردوں کی تعلیم کیلئے بالخصوص رسالے یا کتابیں تالیف کیا کرتے تھے۔ یہ کتابیں مختلف عنوانات کے تحت، جن سے ان کی تالیفات کے اصل مقاصد کا اظہار ہوتا ہے، پائی جاتی ہیں مثلاً آداب الطالبین ، ہدایت الطالبین، ارشاد الطالبین ، مصباح الطالبین، آداب المریدین ، ارشاد المریدین ، انور السالکین، ارشاد السالکین وغیرہ۔ ان میں سے ''ارشاد الطالبین'' کو کافی مقبولیت حاصل ہوئی۔ مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ، میں ''ارشاد الطالبین'' نام کے پانچ [۱] مخطوطے ہیں، جو مختلف مصنفین کے ہیں ان میں شاہ برہان الحق شاہ کبیر شطاری ،مخدوم آخوندہ درویش تنگہاری (م ۱۶۳۹ء) قاضی ثناء اللہ پانی پتی (م۱۵۱۰ء) شیخ جلال الدین تھانیسری بن محمود العمیر ی [۲] (م ۱۵۸۲ء) کا تعلق سلسلہ چشتیہ کی صابری شاخ سے تھا۔

شیخ جلال الدین تھانیسری ، شیخ عبد القدوس گنگوہی (۱۵۳۷ء/۱۴۵۶ء) کے اہم شاگردوں اور ممتاز خلفاء میں سے تھے۔ آپ کے ان کے ساتھ گہرے تعلقات کا ثبوت مکاتیب قدوسیہ سے ملتا ہے، جس کے زیادہ تر خطوط کے مخاطب شیخ جلال الدین ہیں۔

مولانا آزاد لائبریری میں شیخ جلال الدین کے رسالہ ''ارشاد الطالبین'' کے تین نسخے ہیں، جن میں سے دو ذخیرۂ سلیمان (تصوف فارسیہ نمبر ۱۰ / ۱۱۰ اور ۱۱/ ۱۱۱) اور ایک یونیورسٹی کے ذیلی ذخیرہ (نمبر ۲۰) میں ہے۔ ذخیرہ سلیمان کے نسخے ۱۸۶۴ء اور ۱۸۷۸ء کے مکتوبہ ہیں۔ یونیورسٹی ذخیرہ کے نسخہ پر تاریخ کتابت درج نہیں ہے لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب سے قدیم نسخہ ہے۔ اس بات کی تائید اس طرح ہوتی ہے کہ ذخیرۂ سلیمان کے ایک نسخے میں کاتب (معراج الدین قادری پانی پتی) نے یہ وضاحت کی ہے کہ اس نے اسے اپنے روحانی استاد سید غوث علی شاہ قادری پانی پتی (م

۱۸۸ء) کے نسخے سے نقل کیا ہے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ یونیورسٹی ذخیرہ کے غیر مطبوعہ نسخے کی جلد کے ساتھ تذکرہ غوثیہ کا ایک نسخہ بھی شامل ہے، جو سید غوث کی سوانح ہے۔ یہ ان کے شاگرد گل حسن شاہ کی تصنیف ہے۔ اس طرح یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ یونیورسٹی ذخیرہ کا یہ نسخہ وہی نسخہ ہے جس سے ذخیرہ سلیمان کے نسخہ کو نقل کیا گیا، جس کا حوالہ اس نسخہ کے کاتب نے دیا ہے۔

یہ بات بڑی اہمیت کی حامل ہے کہ قدیم چشتی صوفیاء کی طرح آپ سیاسی حکمراں سے تعلقات رکھنے کے مخالف نہیں تھے۔ کہاجاتا ہے کہ آپ کم سے کم دوبار آگرہ کے شاہی دربار میں تشریف لے گئے تھے۔

شاہی دربار میں پہلی بار آپ شیخ عبد القدوس ۳ کے ایماء پر ان کے فرزند کے ساتھ ہمایوں کے دربار میں بادشاہ سے عطیہ کی درخواست لے کر گئے تھے۔ ۴ دوسری بار آپ تھانسیر کے عطیہ پانے والوں کا مقدمہ لے کر ۱۵۶۱ء میں اکبر کے دربار میں تشریف لے گئے تھے ۵ خود اکبر بھی ۸۱ ۱۵ء میں کابل جاتے ہوئے ابو الفضل کے ساتھ شیخ جلال کی خدمت میں آیا تھا اور تصوف سے متعلق چند اصولوں پر آپ سے گفتگو کی تھی۔ ۶

شیخ جلال کا انتقال ۱۴ ذی الحجہ ۹۸۹ھ/ ۹ جنوری ۱۵۸۲ء میں تھانیسر میں ہوا۔ ۷ نظام تھانیسری، عبد الشکور قاضی محمد اور سلیم کیرانوی آپ کے قابل ذکر شاگردوں میں سے تھے۔ شیخ عبد البشیر آپ کے اکلوتے بیٹے تھے جو، غوثی شطاری کے مطابق، آپ کی وفات کے بعد سجادہ نشین ہوئے۔ ۸ ''ارشاد الطالبین'' کے علاوہ ''رسالہ ربیع اراضی ۹'' اور ''رسالہ تفسیر والتین'' ۱۰ آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔

بہت سے ماخذوں ۱۱ میں ان کے ایک ''مکتوبات کے مجموعہ'' کا بھی حوالہ ملتا ہے لیکن ہمیں ایسا ہی کوئی مجموعہ مخطوطہ یا مطبوعہ کسی شکل میں بھی دستیاب نہیں ہوا۔ ''تذکرہ اولیاء ہند'' کا مصنف ''ارشاد الطالبین'' کو ان کے مکتوبات کا مجموعہ بتاتا ہے، ۱۲ غلط ہے۔ ''نزہۃ الخواطر'' کے مصنف نے ''ارشاد اللطیف'' نامی ایک تصنیف کو آپ سے منسوب کیا ہے ۱۳ لیکن کسی اور تذکرہ نگار نے اس کا حوالہ نہیں دیا ہے، نہ ہی معروف لائبریریوں کے کیٹلاگ میں ایسے کسی مخطوطے کا تذکرہ ملتا ہے۔

''ارشاد الطالبین'' میں ۷ ۳ فصلیں ہیں ۔ یہ رسالہ اصلاً مؤلف کے استاد اور مرشد شیخ عبد القدوس (جن کے بارے میں مؤلف نے خود رسالہ کے آغاز میں واضح کردیا ہے) کے ملفوظات اور

تعلیمات پر مشتمل ہے ۔ کتاب کے بیشتر حصّہ میں تصوف کے اصول وضوابط ، ذکر کی اہمیت اور اس کے مختلف طریقوں ، مراقبہ اور ورد کا بیان ہے ، ساتھ ہی تقرب الٰہی کے سلسلے کی خاص عبادتوں اور ریاضتوں پر روشنی ڈالی گئی ہے ۔ مزید براں اس میں معرفت حق ، مرشد کی اہمیت ، شریعت کی پیروی کے سلسلہ میں صوفی کے فرائض ، قرآن کی تعلیمات کی اہمیت اور عام لوگوں ، صوفیاء اور علماء کے مختلف طبقات جیسے چند اہم موضوعات بھی زیر بحث آئے ہیں۔

معرفت حق پر بحث کا آغاز کرتے ہوئے ، شیخ جلال الدین فرماتے ہیں کہ انسان کی تخلیق کا اصل مقصد یہی ہے چنانچہ انہوں نے قرآن کی مشہور آیت کی تفسیر اسی نقطہ نظر سے پیش کی ہے۔ آپ کی نظر میں وہی لوگ سب سے زیادہ خوش قسمت ہیں جنہیں یہ دولت حاصل ہوگئی ہے۔ (''ارشاد الطالبین'' اوراق ا، ب ۔ ۲ ،الف) ایک روحانی مرشد سے منسلک رہنے کی ضرورت پر بھی آپ کی رائے بالکل واضح ہے کہ شریعت کی اتباع کرنے والے اور شریعت اور طریقت کے تقاضوں سے پوری طرح واقفیت رکھنے والے کسی شخص کی ''ہدایت وصحبت'' کے بغیر ایک طالب حق کا اپنے مقصد میں کامیاب ہونا بہت مشکل ہے (ورق ۲ ب) اس بات کی تائید بھی انہوں نے قرآن کی ایک آیت سے کی ہے۔ شریعت کی اتباع کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ تصوف کے راستے کا پہلا قدم ہے۔ آپ کے خیال میں شریعت کے فرائض نماز، زکٰوۃ ، روزہ اور حج کی ادائیگی ، خدا کی محبت اور فرماں برداری کی روح ہے۔ اس لیے کہ یہ باتیں انسان کی باطنی وخارجی پاکیزگی کا باعث بنتی ہیں اور اسے گناہ اور برائیوں سے باز رکھتی ہیں (ورق ۲ب) سالک یا طالب کے لئے دوسری اہم بات جو شیخ جلال نے بتائی ہے وہ یہ ہے کہ دل کو بری عادتوں اور غلط قسم کے جذبات مثلاً حسد وجلن ، دشمنی ، غرور، لالچ ، دنیاوی چیزوں کی لالچ اور جاہ ومرتبے کی خواہش سے پاک و آزاد رکھنا (اوراق ۲ب ، و۔۳ الف) یہ بات قابل ذکر ہے کہ شیخ جلال کے خیال میں شریعت اور طریقت کا اصل مقصد نفس کی پاکیزگی اور باطن کو اچھائیوں اور اعلٰی اقدار سے سنوارنا ہے)ورق ۳ الف) آپ کے خیال میں شریعت اور طریقت میں فرق کو چھلکے اور گودے کی حیثیت سے واضح کیا جاسکتا ہے (ورق ۳ب) یہ بات ذہن نشین رہے کہ آپ نے باطنی بیماریوں کے علاج کے لئے جو نسخہ تجویز کیا ہے وہ قرآن کی تعلیمات ہیں۔ اس نکتہ کی وضاحت آپ نے استعارہ کے طور پر اس طرح کی ہے کہ انسان مریض ہیں، خدا کے پیغمبرؐ ان کے ڈاکٹر ہیں اور قرآن مختلف قسم کی ادویہ کا

خزانہ ہے۔ (اوراق ۴ب/۵ الف) یہاں وہ قرآن کی آیت کا حوالہ دیتے ہیں لیکن ساتھ ہی یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ یہاں بھی وہ اس دوا کے استعمال کے سلسلہ میں ایک روحانی مرشد کی ضرورت پر زور دیتے ہیں۔ اس لئے کہ رسول اکرمؐ کے بعد پیغمبروں کے آنے کا سلسلہ بند ہوگیا ہے (اوراق ۴ ب ا۔۵ الف وب) شیخ جلال یقیناً مسلم علماء کی اس متفقہ رائے سے متفق تھے کہ علماء انبیاء کے وراث ہیں جیسا کہ واضح طور پر یہ بات ایک حدیث میں آئی ہے، لیکن وہ علماء کو دو طبقوں میں تقسیم کرتے ہیں یعنی علمائے آخرت اور علمائے دنیا اور فرماتے ہیں کہ یہ حدیث علماء آخرت کے سلسلہ میں ہے۔ (اوراق ۵۔الف) یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ وہ صوفیاء کو بھی علماء آخرت کے طبقے میں شمار کرتے ہیں۔ مزید برآں علماء کے مختلف طبقوں کے سلسلے میں آپ نے جو بحث کی ہے، اس سے سیاسی حکمرانوں کے ساتھ آپ کے رویہ کے دلچسپ پہلو پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ آپ کا خیال ہے کہ وہ علماء جو حکمراں بادشاہ (ملوک) کی صحبت اختیار کرتے ہیں اور ان سے تعلق رکھتے ہیں، علماء دنیا کا ہی ایک حصّہ ہیں (ورق ۵، الف)۔ اس طرح قدیم چشتی صوفیاء کی طرح آپ سیاسی حکمرانوں کے ساتھ تعلق رکھنے کے حامی نہیں۔

بہرحال جیسا کہ اوپر ذکر ہوا ہے کہ آپ کم از کم دوبار شاہی دربار میں تشریف لے گئے تھے اور یہ کہ آپ نے اکبر سے ملاقات کی تھی۔ جب وہ آپ کے پاس تھانیسر ابوالفضل کے ساتھ گیا تھا تو اس روشنی میں آپ کے خیال اور عمل میں ایک تضاد ملتا ہے۔ مزید برآں اپنی کتاب ''رسالہ دربیع اراضی'' میں مغل ہندوستان میں غیرمنقولہ جائداد کی نوعیت پر بحث کرتے ہوئے آپ نے خیال ظاہر کیا ہے کہ یہ ایسے معاملات ہیں جو فقہا کے درمیان مختلف فیہ ہیں۔ حکمراں بادشاہ کو اس میں اجتہاد کا حق حاصل ہے۔ آپ نے اپنی اس رائے کا اظہار تقریباً اسی انداز میں کیا ہے جیسا کہ اکبر کے دور حکومت میں جو مشہور 'محضر' ہوا تھا اس میں درج ہے [۱۴]۔ میرے خیال میں اس تضاد میں تطابق کی شکل یہ ہوسکتی ہے کہ شیخ جلال کے بارے میں یہ کہا جائے کہ آپ ان علماء کے مخالف تھے جو بادشاہوں کا تقرب حاصل کرتے تھے اور دربار کا ایک حصہ بن گئے تھے اور حکمرانوں کو خوش کرنے کیلئے شریعت کے قوانین کا لحاظ کیے بغیر اپنی آرا کا اظہار کیا کرتے تھے۔ آپ معقول مقاصد کیلئے یا عوام کے مفاد میں حکمرانوں سے ملاقات کے مخالف نہیں تھے۔ یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ آگے چل کر یہ ریاست اور اس کے نمایندوں کے سلسلہ میں چشتی صوفیاء کے رویہ میں ایک تبدیلی رونما ہوئی

تھی اور وہ اس مسئلہ پر زیادہ سختی سے کاربند نہیں تھے۔

جہاں تک تصوف کے بنیادی اصولوں کے سلسلہ میں شیخ جلال کے خیالات کا تعلق ہے تو، جیسا کہ ارشاد الطالبین سے پتہ چلتا ہے، آپ نے معرفت محبت الٰہی، غور وفکر، تقرب الٰہی اور عبادت کو محض رضاء الٰہی و وسیلۂ اورحق کا ذریعہ بنانے پر زور دیا ہے۔ (اوراق ۵۔ الف ب۔۲۷، الف ب)

ان اصولوں کی حصولی کیلئے متعدد قسم کے اذکار' اور ادوار ووظائف اور خدا کی یاد میں اپنے دل کو مستقل طور پر پابندی سے لگا دینے کرنے والے کو آپ نے بتایا ہے۔صحیح معنوں میں صوفی ہیں۔ آپ نے تصوف کے اصول واعمال کی وضاحت بار بار مختلف مثالوں کے ذریعہ کی ہے اور یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ مذہبی طبقہ کے جو مختلف گروہ ہیں ان میں سب زیادہ برتر صوفیاء کا گروہ ہے کیونکہ ان کے خیال میں یہی گروہ خدا کا محبوب اور اس کا مقرب گروہ ہے۔ اس بات کا اظہار اس حقیقت سے بھی ہوتا ہے کہ آپ نے طالب حق کے مختلف طبقات، علماء اور عوام الناس کا تذکرہ کیا ہے اور ہر طبقہ میں صوفیاء کو اس طبقہ کے دیگر لوگوں پر فائق رکھا ہے۔ (اوراق ۳ ب۔۲۷، الف ب)مثال کے طور پر آپ نے جانوروں، فرشتوں اور نبیوں سے مشابہت کی بنیاد پر عوام کو تین بڑے طبقے میں تقسیم کیا ہے: وہ لوگ جو نبیوں سے مشابہت رکھتے ہیں، ان کی تعریف آپ نے اس طور پر کی ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کا مقصد صرف خدا ہے اور جن کے دلوں میں ذکر الٰہی کے سوا کچھ بھی نہیں ہوتا۔ جو دنیاوی چیزوں سے اپنے دل کو موڑ کر مکمل طور پر خدا کے عشق میں ڈوب گئے ہیں (ورق ۲۷ ب) ظاہر ہے ایسے لوگوں سے ان کی مراد صوفیاء سے ہے۔

تصوف کے مختلف پہلوؤں پر تفصیلی بحث اور متعلقہ مواد پر خوبصورت طرز بیان کے نقطہ نظر سے ارشاد الطالبین ایک اہم رسالہ ہے۔ ایک اہم اور قابل ذکر بات یہ بھی ہے کہ مصنف نے قرآن اور حدیث کے حوالے بکثرت دیئے ہیں اور اسلامی شریعت کے بنیادی ماخذوں کی بنیاد پر ہی اپنے نظریات کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ضرورت اس بات کی ہے کہ اس کتاب کو تدوین وتعارف کے ساتھ شائع کیا جائے۔

(حوالے صفحہ نمبر ۲۳۲ پر ملاحظہ فرمائیں۔)